سوال

(23) فرقہ ناجیہ اوراصحاب تقلید

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

فرقہ ناجیہ اوراصحاب تقلید

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

10 اکتوبر 1957ء سـہ کو میری ملاقات جمعۃ اہل حدیث کے حسب زیل کابر علماء کرام سے ہوئی۔ جناب حضرت مولانا المحترم محمد داؤد صاحب غزنوی صدر الجمعۃ جناب مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف جناب داعی اتفاق مولانا محمد اسحاق صاحب مدیر الاعتصام ان بزرگان ملت سے شرف زیارت حاصل کرنے پر جو نور میرے دل پر قصور میں پیدا ہوا اس کا سرور اب تک سینہ میں بھرپور ہے۔

اثنائے ملاقات میں بعض مضامین پر گفتگو ہوئی تو حضرت مولانا مدیر الاعتصام نے فرمایا کہ مقلدین کو آپ نے فرقہ ناجیہ سے خارج قرار دیا ہے۔ یہ میرے لئے محل تامل ہے کیونکہ مذاہب اربعہ میں بڑے بڑے اولیاء اور فقہاء گزرے ہیں جن کی بذرگی تقویٰ علماء میں مسلم ہے کم ترین نے اس وقت توجوج مناسب حال تھا۔ جواب دیا لیکن وہ مجمل اور مختصر تھا۔ اب مضمون ہذا میں اس اجمال کی تفصیل کرتا ہوں۔ اور جناب مدیر سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس خادم علماء کے مضمون کو اخبار میں درج فرما کر دل بے قرار کو استقرار بخشیں۔ تمام اسلامی دنیا پر یہ امروز روشن کی طرح ظاہر ہوچکا ہے۔ کہ تقلیدی مذاہب۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ زمانہ مشہور دلہا بالخیر کے بعد کے ہیں۔ جناب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنی اپنی تصنیف میں اس کی صاف تصریح کردی ہے۔ حجۃ اللہ وتفسیر مظہری ملاحظہ ہو۔

دوئم یہ کہ تقلید شخصی اور تعین مذہب کو واجب جان کر اس کا التزام کرنا شریعت اسلامی سے ثابت نہیں ہے۔ یہ چیز بعد میں پیدا ہو کر فرقہ بندی کا موجب ہوگئی ہے۔

مسلم الثبوت مع شرح بحر العلوم ص628 میں ہے۔

اذلاواجب الاما اوجبہ اللہ تعالی والحکم لہ ولم یوجب علی احدان یتمذہب بمذہب رجل من الائمۃ فایجابہ تشریع شرع جدید

یعنی کوئی چیز واجب نہیں ہوتی مگر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ واجب کرے اللہ تعالیٰ نے کسی پر واجب نہیں کیا ہے۔ کہ وہ اماموں میں سے کسی امام کا مذہب پکڑے پس اس کو اپنے پر واجب ٹھرانا اپنی طرف سے نئی شرع ایجاد کرنا ہے۔

جناب علامہ ملا علی قاری حنفی۔ وغیرہ اکابر حنفیہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کو حنفی شافعی وغیرہ بننے کا حکم نہیں دیا ہے۔ یہ قصور آئمہ اربعہ کا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس سے منع فرما کر بری الذمہ ہوچکے ہیں۔

دیکھئے! کسی عالم سے یا امام سے مسئلہ پوچھنا یا کسی امام کے قول پر اسکو درست سمجھ کر عمل کرنا اور چیز ہے اور ایک امام کا انتخاب کر کے اس کی تقلید بالوجوب کرنا اور اس کا التزام کرنا اور اس کے نام پر فرقہ بنانا۔ اور اپنے امام کے تمام مسائل جمع کر کے ان کو مستند سمجھ لینا اور اپنی کتابیں جدا رکھنا اور ان پر ہمیشہ فتویٰ دینا اور چیز ہے۔ اور احادیث نبویہ ﷺ کا بٹوارہ کر کے ان میں سے اپنے اپنے اماموں کے موافق اقوال تلاش کرنا اور باقی کو متروک کر دینا اور چیز ہے۔ مقلدین کا یہی تعامل ہے لیکن۔ مگر سلف میں یہ طریقہ تھا کہ جس سے اتفاق پڑتا تھا۔ اس سے خدا اور رسول ﷺ کا حکم دریافت کرتے تھے۔ اور جو بے علم ہوتا۔ عالم سے پوچھ لیتا تھا۔ کسی ایک کا التزام نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ جب سب مبین احکام ہیں۔ اور علم میں ایک دوسرے پر فوقیت ہیں۔ اور خطا بھی غیر نبی سے ممکن ہے۔ تو پھر ایک کا التزام کیوں کیا جائے۔ ہاں اگر کوئی شخص قرآن و حدیث پر دارومدار رکھ کر آئمہ کے اقوال سے استفادہ کرتا رہتا ہے۔ یا اب کرتا ہے۔ اور کثرت موافقت کی وجہ سے کس امام کیطرف منسوب ہے یا کسی اور تعلق تلمیذ کے سبب سے حنفی شافعی کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ اور وہ اس فرقہ بندی کو پسند نہیں کرتا۔ البتہ مسائل غیر میں کسی منصوصہ میں کسی امام کے مسائل کو لے لیتا ہے۔ لیکن قصداً محض حسن ظنی پر بنا رکھ کر اس کے اقوال اور مذہب کا التزام نہیں کرتا۔ تو وہ صحیح ہے۔ لیکن ایسا آج کون ہے۔ ؟

باقی رہا یہ امر کے ان مذاہب میں بڑے بڑے اولیاء ہوئے ہیں سو اسی کے متعلق امام شعرانی میزان کبریٰ جلد نمبر 1 ص 2 مصری میں فرماتے ہیں۔

ان الولی الکامل لایکون مقلدا انما یاخذ علمہ من العین التی اخذ منہا المجتہدون

یعنی جو شخص ولی کامل ہے۔ وہ کسی کا مقلد نہیں ہوتا بلکہ وہ علم اس چشمے سے حاصل کرتا ہے۔ جس سے مجتہدین نے کیا ہے۔ علامہ شیخ کروی اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں۔ ''طریقہ مشائخ صوفیہ کا عموما اور طریقہ اکابر نقش بندیہ کا خصوصا اتباع سنت تھا اور وہ کسی مذہب متعین کے مقلد نہ تھے۔ اور ملا جیون تفسیر احمدی میں اولیا کا تعامل یہ بیان فرماتے ہیں۔ ''یہ جائز ہے کہ مقلد ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو جائے جیسے بہت سے اولیاء اسی طرح کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے ایک مسئلے میں کسی مذہب پر عمل کرے اور دوسرے میں دوسرے مذہب پر جیسا کہ صوفیہ کا طریقہ تھا۔ میں کہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ طائفہ صوفیہ اور مشائخ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے چنانچہ

ہذا الحدیث یزید بن ربیعۃ مجہول ولا یعرف لہ سماع عن ابیالاشعثفکان منقطعا فلا یصح الاحتجاج بہ وایضا حمیعن یحیبن معین انہ قال ہذا حدیث وضعۃ الرتادقۃ وہو اعلم ہذہ الامۃ

ناظرین!

غور کیجئے خبر واحد تو صحیح ہوتے ہوئے بھی قابل استدلال و احتجاج نہ ہوا ایک منقطع باطل اور موضوع حدیث خبر واحد کی عدم حجیت پر قابل استدلال بن جائے علمائے حنفیہ کا یہ فعل کیا تعجب خیز وحیرتا انگیز نہیں ہے۔

ثانیاً!

صاحب اصول شاشی نے جس حدیث تکثر لکم الاحادیث بعدي لخ سے خبر واحد کی عدم حجیت و ابطال پر استدلال کیا ہے خود وہ کتاب اللہ کے حکم عام کے معارض و مخالف ہے اللہ تعالیٰ کا ارشادہ۔

ما اتکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا

ترجمہ۔ رسول ﷺ جو تم کو دیں لے لو۔ اور جسے سے منع فرمایئں اس سے باز رہو اس آیت کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ جو حدیث بسند صحیح و معتبر ملے اس کو بلاچون وچیرا عمل کرنا چاہیئے۔ رسول اللہ ﷺ بلاشبہ اعلیٰ درجہ کے مفسر اور مترجم قرآن تھے اور آپ ﷺ جو کچھ کہتے تھے،۔ وحی الہیٰ سے کہتے تھے پس آپ ﷺ نے قرآنی آیات کا جو معنی اور مطلب بیان فرمایا وہی حق اور ثواب ہے۔ اس کو چھوڑ کر محض اپنے فہم ناقص کی بنا پر قرآن کے احکام و آیات پر عمل کرنا مومن کی شان نہیں۔ مختصر یہ کہ صاحب اصول شاشی کے اصول عدم حجیت خبر واحد کی بنیاد جس چیز پر ہے۔ خود وہ باطل اور فاسد ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ کے معارض و مخالف ہے۔

ثالثاً!

صاحب اصول شاشی کا یہ اصول خبر واحد سے کتاب للہ کی تخصیص جائز نہیں ہے خود ان کے امام کے مسلک کے خلاف ہے بلکہ امام ابو حنیفہ کے علاوہ امام شافعی اور احمد اور امام مالک (رحم اللہ علیہ اجمعین) کے مسلک کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان آئمہ کے نزدیک خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز ہے۔ امام راضی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔ جس کا مختصر یہ ہے کہ جو مسلک آپ ﷺ کا ہے۔ وہ خلاف ابو حنیفہ ہے۔ پھر اس پر مقلد ہیں آپ یہ لچھا لطیفہ ہے۔

ناظرین کرام!

علمائے احناف ک اصول خبر واحد کی عدم حجیت ناقابل تسلیم ہے کیونکہ اس چیز کی بنیاد جس چیز پر ہے وہ موضوع اور باطل ہے۔ اس کے علاوہ کتاب اللہ کے بھی خلاف ہے آئمہ اربعہ کے مسلک سے بھی خلاف ہے۔ جیسا کہ ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

فوقع الحق وبطل ما کانو یعلمون (اخبار محمدی جلد نمبر 18 ش 19)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 11 ص 114-117

محدث فتویٰ